مشاجرات صحابہؓ و اختلافات ائمہؒ

از

شمس المفسّرین خادم القرآن بحر العلوم

حضرت محمّد عبد القدیر صدّیقی حسرتؒ

پروفیسر و سابق صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ

باہتمام محمّد عبّاس علم بردار صدّیقی

حسرت اکیڈیمی پبلکیشنز
صدیق گلشن بہادر پورہ حیدر آباد ۵۰۰۲۶۴

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ
وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ وَ اُولِی الاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ

مشاجراتِ صحابہؓ

و

اختلافات ائمہؒ

از

بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ

سابق صدرِ شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ

باہتمام

محمد عباس علمبردار صدیقی

حسرت اکیڈمی پبلیکیشنز

درگاشریف صدیق گلشن۔ بہادر پورہ۔ حیدرآباد ۵۰۰۲۶۴ (آندھرا پردیش)

بار دوم (۱۰۰۰)　　قیمت (　　)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب: مشاجرات صحابہؓ و اختلافات ائمہؒ

نام مصنف: بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ

فن: اسلامیات

اشاعت: بار دوم شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق فبروری ۱۹۹۸

کمپیوٹر کمپوزنگ: عبداللہ محمد عباس صدیقی

اہتمام: محمد عباس علمبردار صدیقی

طباعت سرِورق: فیمس بلاک چھتہ بازار۔ حیدرآباد

طباعتِ کتاب: اسپیڈ پرنٹس۔ فرح کالونی۔ سعید آباد۔ حیدرآباد

ناشرین: حسرت اکیڈمی پبلیکیشنز

ملنے کے پتے: دفتر حسرت اکیڈمی۔ درگاہِ شریف صدیق گلشن

۸۸۸-۱-۱۹ بہادر پورہ۔ حیدرآباد ۵۰۰۲۶۴ (آندھرا پردیش)

اسٹوڈنٹس بک ھاوس۔ چار مینار۔ حیدرآباد

بک زون۔ مہدی پٹنم۔ حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشاجرات صحابہؓ

قال الله تعالى :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ـ ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، باہم مہربان ہیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح ـ ۱۸)

اللہ راضی ہو گیا مومنین سے جب کہ وہ آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کرتے ہیں۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا (الحجرات ـ ۹)

اور جب دو جماعتیں مسلمانوں کی قتل و کشت کریں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء ـ ۹٤)

اور جو شخص تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح ـ ۲۹)

تاکہ کافروں کو غیظ و غصہ دلائے۔ ان کو جلائے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب ـ ۳۲)

اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب ـ ٦)

اور پیغمبر کی بیویاں ان کی (یعنی مسلمانوں کی) مائیں ہیں۔

عن جابر رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ٠ لا تمس النـــار

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آگ کسی ایسے

مسلما رائی ا و رای من رائی۔
(اخرجه الترمذی۔ تیسیر ج۲ ص۱۴۱)

مسلمان کو چھو نہیں سکتی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔"

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ "لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیده لو ان احدا انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه" (اخرجه مسلم۔ تیسیر ج۲ ص۱۴۱)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے صحابہ کو سب و شتم نہ کرو کیونکہ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان میں سے کسی کی مد اور نصیف کو پہونچ نہیں سکتا"۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ "احبوا الله لما یغدوکم به من نعمة واحبونی لحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی"
(اخرجه الترمذی۔ کنزالعمال۔ تیسیر ج۲ ص۱۶۰)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کو محبت کرو اس نعمت کی وجہ سے جو تم کو صبح سرفراز کرتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے بھی محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے گھر والوں سے بھی محبت کرو۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ لنسائه "ان امرکن مِمّا یهمنی من بعدی ولیس یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون" (الترمذی۔ تیسیر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے متعلق فرمایا "بے شک تمہارا امر میرے پاس ان امور میں سے ہے جو میرے بعد مجھے فکر میں ڈالتے ہیں اور تمہارے بار پر کوئی صبر نہ کرے گا بجز صابرین اور صدیقین کے۔

خیارکم خیارکم لنسائیٔ
(ابن عساکر عن ابی هریرة۔ کنز ج۶ ص۲۲۷)

تم میں کا نیک وہ ہے جو میری بیویوں کے ساتھ نیک ہے۔

لا تسبوا ابابکر وعمر فانهما سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین ولا تسبوا الحسن

ابو بکر اور عمر کو سب و شتم نہ کرو کیونکہ یہ دونوں بجز نبیوں اور پیغمبروں کے اگلے اور پچھلے تمام ادھیڑ جنتیوں کے سردار ہیں۔ اور حسن اور حسین

و الحسین فانهما سیدا شباب اهل الجنة من الاولین والاخرین ولا تسبوا علیا فانه من سب علیاً فقد سبنی و من سبنی فقد سب الله ومن سب الله عذبه الله (ابن عساکر وابن النجار عن الحسین ابن علی۔ کنزج ۱ص ۱٤٥)

کو سب و شتم نہ کرو کیونکہ یہ دونوں اگلے اور پچھلے نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں ۔ اور علی کو سب و شتم نہ کرو کیونکہ جس نے علی کو برا کہا پس اس نے مجھے برا کہا، اور جس نے مجھے برا کہا پس اس نے اللہ کو برا کہا، اور جو اللہ کو برا کہے تو اللہ اس کو عذاب دے گا۔

عن سعید بن زید رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول "ابوبکر فی الجنة وعمر فی الجنة و عثمان فی الجنة وعلی فی الجنة و طلحة فی الجنة و الزبیر فی الجنة وسعد بن مالك فی الجنة و عبدالرحمن بن عوف فی الجنة وابو عبیدة ابن الجراح فی الجنة وسکت عن العاشر فقالوا من العاشر فقال سعید بن زید یعنی نفسه" (اخرجه ابو داؤد وهذا لفظه والترمذی ۔ تیسیر ج ۲ ص ۱٤۱ , ۱٤۲)

سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے "ابو بکر جنتی ہیں اور عمر جنتی ہیں اور عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں اور طلحہ جنتی ہیں اور زبیر جنتی ہیں اور سعد بن مالک جنتی ہیں اور عبد الرحمن بن عوف جنتی ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہیں اور دسویں کے متعلق چپ ہو گئے ۔ لوگوں نے پوچھا "دسواں کون ہے؟" کہا سعید بن زید یعنی خود۔

عن ابی ادریس الخولانی قال لما عزل عمر بن الخطاب رضی الله عنه عمیر ابن سعد عن حمص وولی معاویة فقال الناس عزل عمیرا و ولی معاویة فقال عمر رضی الله عنه "لا تذکروا معاویة الا بخیر فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول " اللهم اهده " (اخرجه الترمذی)

ابی ادریس خولانی سے مروی ہے کہا کہ جب عمر ابن الخطاب نے عمیر بن سعد کو شہر حمص سے معزول کیا اور معاویہ کو والی و گورنر بنایا تو لوگوں نے کہا عمیر کو معزول کیا اور معاویہ کو والی و گورنر بنایا، حضرت عمر نے فرمایا کہ معاویہ کا ذکر بجز بھلائی کے نہ کرو کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے "اللہ اس کو ہدایت دے"۔

عن الحسن البصری رضی الله عنه قال سمعت ابا بکرة رضی الله عنه قال رایت رسول الله ﷺ علی المنبر والحسن بن علی الی جانبه وهو یقبل علی الناس مرة و علیه اخرٰی و یقول "ان ابنی هذا سید ولعل الله تعالی ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین" (اخرجه البخاری ۔ تیسیر)

حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا میں نے ابو بکرہ کو کہتے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کو میں نے منبر پر بیٹھے دیکھا ہے اور حسن ابن علی ان کی ایک جانب تھے اور حضرت کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسن مجتبیٰ کی طرف اور فرماتے "بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید کہ اللہ تعالی اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے"۔

واضح ہو کہ موسویوں سے اگر سوال کیا جائے کہ سب سے اچھے لوگ کون تھے تو وہ کہیں گے کہ اصحاب موسیٰؑ۔ اسی طرح عیسائیوں سے اگر پوچھا جائے کہ سب سے اچھے لوگ کون تھے تو وہ جواب دیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری۔ اور اگر مسلمانوں سے کوئی سوال کرے کہ سب سے اچھے لوگ کون تھے ؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ اصحاب رسولؐ۔ مگر شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ کے بعد فتوحات بکثرت ہوئے۔ بڑی بڑی سلطنتیں زیر ہو گئیں۔ اور روپیہ پانی کی طرح بہنے لگا۔ خانہ جنگیوں کے دروازے کھل گئے۔ ایک طرف تو اہل حق تھے جو سنت و جماعت کے تابع تھے اور دوسری طرف ہوا و ہوس کے بندے اور باطل پرست۔ پھر ان باطل پرستوں کے بھی دو فرقے ہو گئے۔ بعض شیخین کے سوا سب کو کافر خیال کرتے تھے۔ بات بات پر دوسروں کی تکفیر۔ وہ خود کو بڑا متقی اور پرہیزگار جانتے اور دوسروں کو نہ صرف گنہ گار بلکہ کافر سمجھتے تھے۔ ان اہل ہوا و ہوس میں بعض ایسے بھی تھے جو صرف حضرت علیؓ کو مانتے اور دوسروں کو کافر جانتے تھے۔

اس تمہید کے بعد میں یہ ثابت کروں گا کہ صحابہؓ میں سے کوئی نہ خدا و رسول کے مخالف تھا نہ آپس میں ایک دوسرے کو کافر سمجھتا تھا۔ سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ ان کی خانہ جنگی غلط فہمی پر مبنی تھی۔ آئندہ انہی غلط فہمیوں کے اسباب بیان کیے جائیں گے۔ اور ان شاء اللہ یہ چند صفحے ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں خدا و رسول کی محبت ہے شمع ہدایت کا کام دیں گے۔ اور یہی ان کو صحیح رائے قائم کرنے کے لئے اساس بن سکیں گے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں جو اختلافات رو نما ہوے اور جو لڑائیاں واقع ہوئیں، ان میں غور و فکر کرنے اور سمجھنے کے لئے چند امور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرامؓ کے غیر معتمد ٹھیرنے سے تمام احادیث کی روایت، قرآن شریف کا تواتر اور اس کا یقینی ہونا باقی نہیں رہتا۔ جب قرآن و حدیث ہی باقی نہ رہیں تو پھر دین کہاں ؟ تعلیم نبویؐ کدھر ؟ صحابہؓ سے سوء ظن بربادی اسلام تک پہنچاتا ہے۔ العیاذ باللہ

قرآن شریف اور خبر مشہور سے جو چیز ثابت ہو اس کے خلاف ضعیف روایات، غیر معتبر تاریخی بیانات، جھوٹی کہانیاں، بے اصل تشہیرات اور سیاسی اکاذیب کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی۔ صحابہؓ کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہوا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ یعنی اللہ راضی ہو گیا ہے مؤمنین سے جب کہ وہ تمہارے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کرتے ہیں۔ ایک جگہ یہ بھی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم بڑے مہرباں ہیں۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا ۔ ان ابنی هذا سيد و لعل الله تعالیٰ ان يصلح بين فئتين عظيمتين من المسلمين اور اخواننا قد بغوا علينا سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں ان میں سے کوئی بھی خلاف مذہب جنگ نہ تھی اور کوئی گروہ ایمان و اسلام سے نہیں نکلا۔ اس لئے نہ مُخَالِفُوْهُ فَسَقَةٌ صحیح ہے نہ مُحَارِبُوْهُ كَفَرَةٌ

ہی درست ہے کیونکہ یہ باہمی جنگ بنی بر تاویل و اجتہاد تھی۔ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ باوجودیکہ وہ اپنے زمانہ میں سید اور سب سے افضل تھے مگر صلاح و فلاح مسلمین اسی میں دیکھی کہ امیر معاویہؓ کو دنیوی حکومت و خلافت دے دیں اور اپنی دینی خلافت پر قناعت کریں۔

کوئی شہادت اس وقت تک معتبر نہیں سمجھی جا سکتی جب تک کہ اس پر مخالف جرح نہ کرلے۔ بنی عباس، فاطمین مصر اور اسماعیلین نے اپنی سلطنت قائم کرنے کے لئے بنی امیہ کو بدنام کرنے اور غلط پروپگنڈہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ اور بنی امیہ کو اپنی صفائی میں اور مخالف روایات پر جرح کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ عقل سلیم اور فہم مستقیم کیوں کر تسلیم کرے کہ دمشق کے بنی امیہ ایسے برے تھے کہ گویا ان کو اسلام سے کوئی ربط ہی نہ تھا اور اندلس کے بنی امیہ حق پرست، قوت اسلام، منبع علم و ہنر اور مرجع فضل و کمال تھے۔

غیر سیاسی حضرات جن کی نظر صرف نقطۂ ایمان و تقویٰ پر پڑتی تھی جیسے محدثین و فقہاء و مفسرین وغیرہ، بنی امیہ سے برابر روایت کرتے ہیں۔ نہ ان کو فاسق سمجھتے ہیں نہ غیر عدل۔ امام بخاری و امام مسلم وغیرہ متشدد نقادوں کی صحاح بنی عباس، بنی فاطمہ، بنی امیہ کی احادیث سے مالامال ہیں۔ ان کی تحقیق میں کوئی بھی دائرۂ عدالت سے خارج نہیں۔ نہ معاویہ بن ابی سفیان بن حرب، نہ عمرو بن العاص، اور نہ مغیرہ بن شعبہ۔ بڑے بڑے نقادان حدیث کے پاس یہ سب عدل تھے، ثقہ تھے۔ دشمنان اسلام کا کام ہے کہ مشاہیر اسلام کی توہین کریں، ان کی تحقیر کریں تاکہ نہ وہ رہیں نہ اسلام ہی رہے۔

روایات کی تصدیق جب ہی ممکن ہے اور ان پر اطمنان اسی وقت ہو سکتا ہے کہ پہلے ان کے رواۃ کی تنقید کرلی جائے۔ اگر کوئی شخص ان واہی تباہی فتنہ انگیز روایات سے رجال کی تنقید کر کے دیکھے تو ایک روایت بھی اصل واقعہ تک نہیں پہنچتی۔ اکثر رجال وضاع، کذاب، سیاسی اور صاحب غرض ہوتے ہیں۔ پھر درایت ایک دقیقہ کے لئے بھی ان اکاذیب، ان اباطیل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

مفتوح، شکست خوردہ یہودی، عیسائی، پارسی، بت پرست وغیرہ گو بظاہر جان بچانے کے لئے مسلمان تو ہوگئے مگر دلوں میں نفاق و عداوت قائم و دائم رہی۔ نور ایمان ان کے قلوب میں آیا ہی نہیں ؎ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۔وہ ہر طور اسلام کو نقصان پہنچانے کی دھن میں لگے رہے۔ کبھی محدثین کی صورت میں، کبھی ادیبوں کے نام کے ساتھ، کبھی تاریخ پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے، کبھی مشائخ کے جبے و قبے میں کبھی حریت و مساوات اور اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ کا نعرہ لگاتے ہوئے اور کبھی اہل بیت کی محبت کا راگ الاپتے ہوئے شمع دین کو بجھانے کی کوشش کرتے رہے مگر

ع وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

غرض ایسی فتنہ انگیز روایتوں یا کہانیوں سے بہت سی کتابیں بھری پڑی ہیں جو بالکل ناقابل قبول اور

نا قابل تسلیم ہیں۔

بعض لوگ بزرگ پرست ہوتے ہیں اور بعض آزادی پسند ، بعض لبرل (Liberal) ہوتے ہیں اور بعض کنزرویٹیو (Conservative)۔ بعض بت پرست ہوتے ہیں اور بعض لامذہب ۔ بعض مقلد ہوتے ہیں اور بعض غیر مقلد ۔ ایسی فرقہ بندی مختلف طبعی مذاق کا نتیجہ ہے ۔ اعتدال پسند ، صراط مستقیم پر چلنے والے بہت کم ہوتے ہیں ۔ اہل دنیا کے ان مختلف فرقوں میں نزاعات ہوتے ہیں ۔ ہر ایک خود کو حق پر سمجھتا ہے ۔ کوئی غور کرکے کہے کہ ان میں سے کوئی کیا نفس سلطنت کا مخالف ہے یا نفس مذہب کا ؟ ہرگز نہیں ، اپنا اپنا مذاق ہے ۔ مگر پھر بھی کشت و خون کی گرم بازاری ہوتی ہے ۔ ہر ایک سمجھتا ہے کہ میں حق پر ہوں ، میرے اصول صحیح ہیں ، میرا طریقہ درست ہے ۔ جب دوسری سلطنت یا دوسرے مذہب سے مقابلہ پڑتا ہے تو سب ایک ہوجاتے ہیں ۔ یہ ایک واضح دلیل اس امر کی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نہ سلطنت کا مخالف ہے نہ مذہب کا ۔ اصل میں لڑائیاں طریقہ اور مذاق کے اختلافات کا نتیجہ ہیں نہ کہ نفس سلطنت و مذہب کی مخالفت کا ۔ یہ اور بات ہے کہ دشمنان سلطنت و مذہب اہل مذہب کا روپ بھرکر سلطنت و مذہب کو تباہ کرنا چاہیں ۔

میری گفتگو تو مخلصین کے متعلق ہے مگر اکثر دیکھا گیا ہے کہ خانہ جنگیوں سے سلطنت و مذہب تباہ ہو جاتے ہیں ۔ ہماری آنکھوں کے سامنے روس اور اسپین کی تباہی حاضر الوقت ہے ۔ اختلاف رائے کو اس کے حدود کے اندر ہی رہنا چاہئے ۔ بادشاہ یا وزیر اعظم ، صدر اعظم یا ڈکٹیٹر و آمر بدلتا ہے تو اس کا دار الندوہ ، مجلس ملیہ ، کابینہ و پارلیمان بھی بدلتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ جب تک ہاتھ پاؤں موافق نہ ہوں ، ارکان سلطنت معتمد علیہ نہ ہوں کام نہیں چل سکتا ۔ لہذا افسر اعلی کے تغیر کے ساتھ کچھ نہ کچھ عزل و نصب اور رد و بدل ہوتا ہی ہے ۔ ایسا تغیر و تبدل بدنیتی یا طرف داری پر محمول نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کی ضرورت سمجھی جائے گی ۔

بنی ہاشم خادم کعبہ و مذہبی پیشوا تھے جیسے برہمن ۔ اور بنی امیہ منتظم فوج و سیاست داں مثلاً چھتری ۔ بنی ہاشم جزئیات و دقائق مذہب سے خوب واقف تھے اور بنی امیہ امور سلطنت میں بہت ماہر تھے ۔ ظہور اسلام کے بعد بھی یہی حالت رہی ۔ بنی ہاشم کے سامنے ہمیشہ لفظ " مذہب " رہا ۔ جزئیات میں مذہب سے بے پرواہی کلیات سے بھی مستغنی کردیتی ہے ۔ بنی ہاشم مذہب پر اپنی جان و مال قربان کرتے رہے ۔ بنی امیہ کے پیش نظر سدا " سلطنت " رہی ۔ ان کے خیال میں سلطنت رہے تو دین کی بقاء ہے ۔ سلطنت کی بربادی کے ساتھ مذہب بھی تباہ ہو جاتا ہے ۔ شخصی نقصان کو ملی نقصان کے لئے اختیار کرنا چاہئے ۔ اصول مذہب کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے ۔ فروعات پر نزاعات شیرازۂ ملت و مذہب کو درہم برہم کردیتے ہیں ۔ اسی لئے اهون الشرین قابل اختیار ہے ۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر زمانہ میں کامل طور پر دین و دنیا کے رہبر تھے یعنی آپ رسول بھی تھے اور بادشاہ کا کام بھی انجام فرماتے تھے ۔ آپ کے بعد جمہور امت کا خیال تھا کہ اسلامی سلطنت جمہوری ہونی چاہئے ۔ اسلام دنیا میں مساوات پھیلانے آیا ہے ۔ یہاں " فلان بن فلان چیزے نیست " کے اصول کی کار فرمائی ہے ۔ قوم جس فرد پر اعتماد کرے ، جو شخص قوم کی خدمت اچھی

طرح کر سکتا ہو وہی صدر ہے ، وہی بر سر کار ہے ۔ بنی ہاشم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ مان کر خود کو ان کا وارث سمجھتے تھے ۔ بنی فاطمہ خود کو جزو نبی ہونے کی وجہ سے احق خیال کرتے تھے اور بنی عباس عصبہ ہونے کی وجہ سے خود کو مستحق تر جانتے تھے ۔ بنی امیہ میں چوں کہ ہمیشہ سے امارت و حکومت رہی ہے لہذا وہ اہلیت سلطنت خود میں سمجھتے تھے اور دوسروں کو ناقابل سلطنت و نا اہل سیاست جانتے تھے ۔

غرض جو حکمران متقی و پرہیزگار تھے وہ ہر جزئی بات پر امربالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری سمجھتے تھے ۔ دنیا دار حکام بجائے اس کے قبول کرنے کے اس چیز کو بغاوت پر محمول کرتے اور نوبت قتل تک پہنچتی ۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو افراد شجاع ، شریف ، مذہبی اور صاف دل ہوتے ہیں ان کی زبان ان کے دل کی تابع ہوتی ہے ۔ ان کا ظاہر و باطن ایک رہتا ہے ۔ وہ مذہب و عزت پر جان و مال قربان کرتے ہیں ۔ بر خلاف اس کے دنیا دار ، سیاسی اشخاص کے پاس جان و مال کی اہمیت ہوتی ہے ۔ آبرو اور مذہب کی ان کے نزدیک زیادہ وقعت نہیں ہوتی ۔ ایک شجاع شخص گالی کا جواب زبان تیغ سے دے گا کبھی ازالۂ حیثت عرفی کا دعویٰ نہ کرے گا ۔ زنا کی سزا بہادر کے پاس قتل ہے نہ کہ عورت کی طرف سے زنا بالجبر کا مقدمہ ۔ ظاہر کچھ باطن کچھ ، جھوٹ بولنا غیبت کرنا نامردوں اور کمینوں کا کام ہے ۔ سابقین اولین ان عیوب سے پاک تھے ۔ ان میں منافقت کو ہرگز راہ نہ تھی ۔ ان کے خیالات میں ، اقوال میں ، افعال میں صدق ہی صدق تھا ۔ صادق شجاع ہوتا ہے ۔ صاف دلی و حق گوئی سے کام لیتا ہے ۔ مخالف سے لڑتا ہے اور اپنی شکست کو بھی فتح سے کم نہیں سمجھتا ۔

آخر زمانۂ نبوت کے قریب مدینہ منورہ مرکز اسلام اور مقام اہل حل و عقد رہا ۔ جب اسلام دور دور تک پہنچ گیا اور اقطاع عالم میں پھیل گیا تو بڑے بڑے لوگ بھی باہر نکل گئے ۔ اس وجہ سے یہ امر مابہ النزاع ہو گیا کہ کیا صرف اہل مدینہ کو حق حل و عقد ہے یا دوسرے شہر والوں کو بھی اس میں حصہ ہے ۔ صرف اہل مدینہ کے انتخاب سے ہی خلیفہ منتخب نہ ہونا چاہئے بلکہ اس میں سرحد پر پڑے ہوئے اشخاص کی رائے بھی ضرور رہے ۔

بعض حضرات کی فطرت میں دور اندیشی ، انجام بینی ، سیاست اس قدر رہتی کہ واقعات کے بروئے کار ہونے سے پیشتر ان کی روک تھام شروع ہو گئی ۔ ادھر فساد کا خطرہ پیدا ہوا ادھر مواقع پیدا کر دیئے گئے ۔ ادھر سازش کی ابتداء ہوئی ادھر تغیر و تبدل ، عزل و نصب واقع ہو گیا ۔ بدمعاشوں کی کمریں توڑ دی گئیں ۔ ہمتیں شکستہ کر دی گئیں ۔ مگر ایسا انتظام کرنے والے افراد اور نقطۂ اعتدال پر رہنے والے بہت کم ہوتے ہیں ۔ اکثر جھوٹ کا جواب جھوٹ سے دیتے ہیں ۔ ظلم کا انتقام سخت ظلم سے لیتے ہیں ۔ بعض حضرات کی طبعیت ، ان کا مذاق ، ان کی میزان عمل حاکم فوجداری کے اصول پر مبنی ہوتے ہیں ۔ وہ بغیر قطعی شہادت کے فیصلہ نہیں کرتے ۔ ہمیشہ شبہ کا فائدہ ملزم کو دیتے ہیں اور ہر شخص کو بے گناہ سمجھتے ہیں ۔ ان کے پاس ظنیات ناقابل قبول ہیں ۔ سیاست ، عدالت کے اصول جدا جدا نہیں سمجھتے ۔ اس کی وجہ سے سازشی ، بدمعاش ، مفسد اشخاص کو قوت ملتی جاتی ہے ۔ جس کا

انجام خود ان پاک دل، نیک نفش حضرات کی شہادت ہوتی ہے یا سلطنت کا نقصان ہوتا ہے۔ ان کے بعد مصلح اور سلطنت چلانے والے بادشاہ کے لئے مفسدین کو سخت سزائیں دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ وہ کبھی ظالم اظلم تک ہو جاتا ہے۔

فتنہ و فساد کے وقت کتنی ہی کوشش کی جائے صحیح واقعات نہیں ملتے۔ لڑنے والوں کو آپس میں لڑانے میں مزہ ملتا ہے۔ ایک کو دس کرکے بتلانا، اچھی بات کو برے الفاظ میں بیان کرنا، دوسروں کی نیت پر حملہ کرنا ان کا پیشہ ہے۔ جب تک خوشامد، جھوٹی تعریف، دوسروں کی مذمت نہ کریں ان کو بڑوں کے پاس جگہ بھی نہیں ملتی۔ صحیح واقعات کا ملنا بڑا مشکل ہے۔ تاریخ ضرور دیکھنی چاہیئے مگر صحیح نتائج تک پہنچنا فضل خداوندی پر موقوف ہے۔ تصحیح روایت اور تنقیح درایت ہو تو کام نکلے۔ غیر صحیح تاریخ ہی سے اسلام میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی، شیرازۂ اسلام ٹوٹ گیا اور اوراق پریشان رہ گئے۔ فاتحین نے ملک کو تباہ کیا۔ مفتوحین نے بظاہر ان کا مذہب اختیار کر لیا مگر وہ وہ وسائس استعمال کئے کہ فاتحین کا دین، ان کے خصائص سب تباہ و برباد ہو گئے۔ غور کرو تو فاتحین ہی مفتوح تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نہ تو بنی ہاشم سے تھے نہ بنی امیہ سے۔ قرب زمانہ نبوت، یاروں میں موافقت، دلوں میں جوش دین، نیتوں میں اخلاص، سادہ زندگی قدیم عربیت و بداوت نے ان کو بد گمانیوں کا نشانہ نہ بنایا۔ قوم نے انتخاب کیا۔ اور قوم نے ان پر اعتماد کیا، نہ انہوں نے اپنے قرابت داروں کو عہدے دیئے نہ ان پر طرف داری کا خیال ہی کیا گیا۔ انہوں نے بنی ہاشم، بنی امیہ سب سے کام لیا۔ کوئی رعایت کا وہم تک نہ کر سکتا تھا۔ ان کے ماتحت عہدہداروں کی کمزوری اور غلطی مرتکب تک محدود رہتی تھی۔ وہ غلطی کبھی خلیفہ کے سر ڈالی نہیں جاتی تھی۔ ان حضرات کا پنجۂ آہنی ایسا سخت تھا کہ کوئی سرتابی ہی نہیں کر سکتا تھا۔ گورنروں، صوبہ داروں کو معزول کردیا مگر کوئی چوں تک نہ کر سکا۔ بڑے بڑے سپہ سالاروں کو موقوف کر دیا، دوسرے کے ماتحت کردیا۔ ان کے کاموں میں فرق نہ آیا۔ جس طرح پہلے اطاعت میں سرگرم کار تھے اسی طرح کام کرتے رہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی قوم نے منتخب کیا تھا۔ اتفاق سے وہ بنی امیہ سے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے اموی عہدہ داروں کی غلطیاں خلیفہ کی طرف منسوب ہونے لگیں۔ دامن سلطنت بہت پھیل گیا تھا۔ مختلف مذاہب کے لوگ رعایائے سلطنت تھے۔ اب تکلفات بھی ہیں۔ حضارت و تمدن کے عیوب بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ منافق مفتوحین کو موقع مل گیا کہ ذرا ذرا سی بات کا بتنگڑ بنائیں، خلیفہ کو بدنام کریں۔ فسادات پھیلائیں، دروغ دیوزاد کی امت میں شریک ہوے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ حضرت عثمان غنیؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اب کیا تھا؟ فساد کا دریا موجزن تھا۔

حضرت علیؓ کو بھی قوم نے انتخاب کیا۔ مگر وہ اتفاق سے بنی ہاشم میں سے تھے۔ پہلے بنی ہاشم کو شکایت تھی اور ان کی آڑ میں شکار کھیلنے والے شکار کھیل رہے تھے۔ اب بنی امیہ کو شکایت ہے۔ حضرت علیؓ جس کا تقرر کریں، جس کو معزول کریں وہ بنی امیہ کی عداوت اور بنی ہاشم کی

طرفداری پر محمول کیا جانے لگا۔ یہودی زادے، پارسی زادے اپنا کام کئے جارہے تھے۔ اسلامی سلطنت کا مٹانا ان کا مقصد تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے۔ حضرت علیؓ شہید کر دیے گئے۔

حضرت امام حسنؓ کو بھی قوم نے منتخب کیا۔ مگر زمانہ کا رنگ بدل گیا تھا۔ صحیح طور سے آپ کا ساتھ دینے والا کوئی نہ تھا۔ مجبوراً حضرت امام حسنؓ کو اصلاح ظاہر چھوڑ کر اصلاح باطن کی خلافت پر قناعت کرنا پڑا۔

شیخین کے زمانہ میں بیرونی اعداء کی طرف سب کی توجہ مبذول تھی۔ بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں تمام قوم ایک ہو جاتی ہے۔ جب زمانہ امن کا ہوتا ہے اور عیش و آرام حاصل ہونے لگتا ہے تو خانہ جنگی، خاندانی نزاعات سر اٹھاتے ہیں، باہم نکتہ چینی کی سوجھتی ہے اور تباہی و بربادی کو راستہ مل جاتا ہے۔ انجام کار نئی سلطنت پیدا ہوتی ہے اور قدیم سلطنت خواب و خیال ہو جاتی ہے۔

خلافت و سلطنت حاصل کرنے کا ان نہایت مقدس حضرات کو کیوں شوق تھا؟ بات یہ ہے کہ خلاف شرع کام کرنے کو، لوگوں کی حق تلفیوں کو، من مانے احکام جاری کرنے کو یہ لوگ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ان حضرات کو اپنی رائے پر، اپنی قابلیت پر، اپنی دیانت داری پر پورا اعتماد تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ دین اور سلطنت کی خدمت اقتدار اعلیٰ کی حفاظت بہ نسبت موجود الوقت حکام کے ہم زیادہ خوبی سے کر سکتے ہیں۔ چوں کہ سلطنت کا اثر عامۃ المسلمین پر پڑتا ہے اس لئے تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ اچھی طرح سے ہو سکتا ہے۔ اصلاح مسلمین سلطنت کے ذریعہ سے بہ سہولت ہو سکتی ہے۔ لہذا یہ حضرات خدمت سلطنت و حفاظت اقتدار اعلیٰ کو خیر عظیم کا حامل سمجھتے تھے۔

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تفصیلی حالات پر غور کرو۔ ان کو سلطنت سے کیا فائدہ ملا ــــ؟ حضرت ابو بکرؓ تجارت کرتے تھے تو زیادہ خوش حال تھے، مالدار تھے۔ سلطنت کے زمانہ میں کیسی عسرت اور کتنی تنگدستی میں گذارتے تھے۔ یہی حال حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کا تھا بظاہر شہنشاہ تھے مگر ان کی خانگی زندگی بالکل فقیرانہ تھی۔ خلافت طلبی دنیا طلبی نہ تھی۔ خدمت خلق، خدمت دین کا شوق تھا۔ حضرت امام حسینؑ، حضرت امام محمد بن علیؑ، حضرت امام زید بن علی بن الحسینؑ، حضرت امام نفس زکیہ اور حضرت یحییٰ نے دین پر بادشاہوں کو عمل پیرا نہ دیکھا تو خود اس بار عظیم کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھے۔ مگر زمانہ نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اور انہوں نے خوشی خوشی جام شہادت نوش جان کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ مصلح کو کامیابی ضروری نہیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ ناکامیوں سے ان کا عزم قوی کمزور نہ ہوا نہ ہمت عالی پست ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ - اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت و حیات میری دونوں ترے لئے ہیں　　جینا تری گلی میں مرنا تری گلی میں

(حسرت صدیقی)

اختلافاتِ ائمہ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت۔ ٦٩)

اور جو لوگ ہمارے متعلق ہمارے احکام اور ان کے سمجھنے کے متعلق کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستوں کی ہدایت اور رہبری کرتے ہیں۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ (النحل۔ ٤٣)

پس اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہل ذکر (علم) سے سوال کرو۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○(بنی اسرائیل۔ ٣٦)

اور جس کا تم کو علم نہیں، اس کے پیچھے تم ہرگز نہ پڑو بے شک سماعت اور بصارت اور دل ان سب سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر۔ ٢)

دل دانا و چشم بینا رکھنے والو! عبرت لو! (الفاظ سے معنیٰ کی طرف جاؤ۔ مجاز سے حقیقت کی طرف پہنچو، ماخذ سے احکام نکالو، مجمل سے تفصیل تک چلو، اصل سے فرع کو نکالو، کلی جزئی کا حکم دریافت کرو)

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (النساء۔ ٨٣)

اور اگر اس کو رجوع کرتے رسول اور ان میں کے صاحبان امر کی طرف تو البتہ جانتے ان میں سے وہ لوگ جو استنباط مسائل کرسکتے ہیں، قیاس صحیح کرسکتے ہیں۔

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (الحجرات۔ ٦)

اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو تم اس کی تحقیق کرو، بلا تحقیق اس کی بات کا یقین نہ کرو۔

عن جابر قال قال رسول الله ﷺ "الا سئلوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال" (رواه ابوداود و ابن ماجة۔ مشکوة)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیوں نہیں پوچھ لیا جب جانتے نہ تھے۔ بے علمی کی شفا سوال ہی تو ہے۔"

عن ابی سعید الخدری قال خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلوۃ و لیس معھما ماء فتیمما صعیداً طیباً فصلیا ثم وجدا الماء فی الوقت فاعاد احدھما الصلوۃ بوضوء ولم یعد الاخر ثم اتیا رسول اللہ ﷺ فذکرا ذلک فقال للذی لم یعد "اصبت السنۃ و اجزأتک صلوتک" وقال للذی توضأ و اعاد "لک الاجر مرتین" (رواہ ابوداود و الدارمی والنسائی)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ دو شخص سفر کو نکلے پھر نماز کا وقت آگیا اور ان کے ساتھ پانی نہ تھا، پس ان دونوں نے اچھی مٹی پر تیمم کر لیا اور نماز پڑھ لی۔ ابھی وقت باقی ہی تھا کہ ان کو پانی مل گیا۔ ان میں سے ایک صاحب نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی اور دوسرے نے نہیں پڑھی۔ پھر وہ دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ کو عرض کیا۔ جس نے دوبارہ نماز نہیں پڑھی تھی اس کو آپ نے فرمایا "تم نے سنت کے مطابق کام کیا اور تمہاری نماز تم کو کافی ہے"۔ اور جس نے وضو کیا اور دوبارہ نماز پڑھ لی اس سے فرمایا "تم کو دو دفعہ اجر ملا"۔

عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول "اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب فلہ اجران و اذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فلہ اجر" (رواہ البخاری۔ تجرید ج۲)

عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کو فرماتے سنا ہے۔ "جب حاکم بعد اجتہاد و سعی بلیغ کے کوئی حکم کرے اور اگر اس نے صحیح حکم دیا ہے تو اس کے لئے دو اجر ہیں (ایک کوشش کا اور دوسرا حق رسی کا)۔ اور اگر بعد کوشش کے بھی وہ خطا کر جائے تو اس کو ایک ہی اجر ہے (یعنی اجتہاد و کوشش کا)۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما قال قال النبی ﷺ لنا لما رجع من الاحزاب "لایصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ" فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لا نصلی حتی ناتیھا و قال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکروا ذلک للنبی ﷺ فلم یعنّف احدا منھم (رواہ البخاری۔ تجرید)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے ہم سے فرمایا جب آپ جنگ احزاب سے واپس ہو رہے تھے "کوئی شخص عصر کی نماز بنو قریظہ پہنچنے سے قبل نہ پڑھے"۔ بعض اصحاب کو راستے ہی میں عصر کا وقت آگیا۔ پھر ان میں سے بعض نے کہا ہم وہاں پہنچنے سے قبل نماز نہ پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ ہم نماز پڑھ لیں گے۔ حضرت کا مقصد یہ نہیں ہے (بلکہ مقصد جلد پہنچنا ہے) اس واقعہ کو حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آپ نے

ان میں سے کسی کی سرزنش، ملامت نہیں کی۔

عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ "لا نقیسوا فی الدین فان الدین لا یقاس- و اول من قاس ابلیس" (رواه الدیلمی عن علی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "دین میں قیاس آرائی نہ کرو کیوں کہ دین میں بے وجہ قیاس نہیں چلتا۔ اور سب سے پہلے ابلیس نے قیاس لڑایا تھا۔"

عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ "نعم الرجل الفقیه فی الدین ان احتیج الیه نفع و ان استغنی عنه اغنی نفسه" (رواه رزین - مشكوة)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا "اچھا شخص فقیہ فی الدین ہے یعنی وہ شخص جس کو امور دینیہ میں تفقہ و تدبر حاصل ہے۔ لوگ اس کے پاس محتاج ہو کر آئیں گے یعنی اس سے پوچھیں گے تو وہ نفع پہنچائے گا (مسائل سمجھائے گا)۔ اگر لوگ اس سے بے پرواہی کریں گے تو خود کو نفع پہنچائے گا یعنی علم کے مطابق عمل کر کے نفع اٹھائے گا۔"

عن معاوية رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ "من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین و انما انا قاسم و الله یعطی" (متفق علیه)

جناب معاویہؓ سے مروی ہے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا اللہ جس کے ساتھ خیر و بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کا فقیہ بناتا ہے یعنی امور دینیہ میں غور و فکر کی توفیق عطا کرتا ہے۔ اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی عطا کرنے والا ہے۔

ان آیات و احادیث پر غور کرو کہ ان سے کیا کیا مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ اور اختلافِ مذاق سے کس طرح استنباطِ احکام میں فرق پیدا ہوجاتا ہے اور قبولِ حدیثِ ظنی میں اختلاف رونما ہوتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالم و جاہل دونوں برابر نہیں ہوتے۔ عالم کا بڑا مرتبہ ہوتا ہے۔ جاہلوں کا کام ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو اس کو عالموں سے پوچھیں۔ ان سے سوالات کریں۔ ان پر اعتماد کریں۔ ان کے فتووں پر عمل کریں۔ بلا تحقیق کوئی بات قابل تسلیم نہیں ہوتی۔ علماء کو

تحقیق و تدقیق کرنی چاہیے خواہ آیات قرآنی ہوں یا احادیث رسول۔

مبہم و مہمل امور کی تعمیل میں کوئی صورت اختیار کی جائے تو وہ غلط نہیں ہوتی۔ اختیار تمیزی پر ایک امر چھوڑا گیا اور اس کی تعمیل مختلف لوگوں نے اپنی اپنی اختیار تمیزی کے موافق کی تو سب حق پر ہوں گے۔ یہ نہیں کہ ایک حق پر ہو اور سب باطل پر۔ یاد رہے کہ ایک حق پر اور سب باطل پر اسی وقت ہوں گے جب کوئی رائے واقعات پر مبنی ہو۔ کیوں کہ جو امر مطابق واقعہ ہو "صادق" ہے۔ اور جو مطابق واقعہ نہ ہو "کاذب" ہے۔ امر مبہم جو اختیار تمیزی پر موقوف ہو اس کا کوئی واقعہ و محکی عنہ ہی نہیں ہوتا تو مطابق و غیر مطابق اور صادق و کاذب کی وہاں گنجائش ہی کہاں؟ لہذا اپنے اپنے اعتبار سے سب صحیح و درست ہو سکتے ہیں۔

بعض قیاسات کا ماخذ قرآن و حدیث ہوتے ہیں۔ وہ صحیح اور درست ہیں۔ بعض راویوں کا ماخذ نہ قرآن ہوتا ہے نہ حدیث ہی ہوتی ہے۔ وہ درست نہیں۔ بعض دفع بعض امام قرآن و حدیث سے کسی حکم کا استنباط کرتے ہیں۔ کم فہم اس کے ادراک سے عاجز رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نری رائے ہے، اس کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔ حالانکہ ان لوگوں کی نظر اس قدر دقیق نہیں۔

یہ ایک طبعی بات ہے کہ ہر شخص اپنے اساتذہ، اپنے خاندان، اپنے شہر کے لوگوں کے حالات سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ ان ہی پر زیادہ اعتماد رکھتا ہے اور وہ دوسروں کے تفصیلی حالات سے واقف ہوتا ہے نہ ان پر اعتماد ہی کرتا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ایک شخص کو کثرت روایت سے یقین یا ظن پیدا ہوتا ہے اور دوسرا راویوں کے ثقہ و فقیہ ہونے کو اہم سمجھتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ قرآن کے عام اور مطلق کو اس کے افراد میں یقینی سمجھتے ہیں اور حدیث غیر متواتر سے قرآن شریف کی نہ تعیین کرتے ہیں نہ تقیید۔ کیونکہ ان کی رائے میں موجبہ کلیہ کا نقیض سالبہ جزئیہ ہے۔ عام و مطلق قرآن کے خلاف اس کے نقیض پر عمل کرنے کو انکار قرآن کے مماثل جانتے ہیں۔ بعض ائمہ قرآن کے عام کو قطعی و یقینی نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک ہر عام میں کچھ نہ کچھ تخصیص ہوتی ہے لہذا وہ خبر احاد سے جو ظنی ہے قرآن کی تخصیص و تقیید کرتے ہیں اور نہ اس کو حدیث کی خلاف ورزی سمجھتے ہیں اور قرآن کی تخصیص و تقیید نہ کرنے والوں کو اہل الرائے اور مخالف حدیث سمجھتے ہیں۔ وَلِکُلٍّ وِجھَۃٌ۔

حضرت کے بہت سے اصحاب مثلاً زبیرابن العوامؓ الفاظ نبوی حفظ ہوتے تو روایت کرتے ورنہ نہیں۔ یعنی روایت بالمعنی کو وہ مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اور بہت سے دوسرے اصحاب روایت بالمعنی کو جائز سمجھتے تھے۔

مالکی لوگ اہل مدینہ کے تعامل عام کے خلاف کسی دوسرے شہر کا آدمی روایت کرتا تو یہ سمجھتے کہ اس نے گویا تمام خلفائے راشدین اور مرکز نبوت یعنی مدینہ اور اس کے رہنے والوں کو جاہل سمجھا۔ دوسرے مذاہب والے اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ اہل مدینہ بے خبر رہے ہوں اور دوسرے شہر والوں کو اطلاع مل گئی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات ہر حکم کی بابت شہادت کے نصاب کے موافق ثبوت طلب کرتے تھے۔ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی روایت کے بغیر کوئی حکم ثابت نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی حکم نبوی سنایا جاتا اور نصاب شہادت پورا نہ ہو تو قسم دیتے اور قسم کو تکملہ شہادت سمجھتے۔

متقدمین ائمہ کے پاس عامۃ الناس آتے اور ان سے سوال کرتے کہ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ ان کو ائمہ پر اتنا اعتماد ہوتا کہ وہ نہ قرآن پوچھتے نہ حدیث۔ امام جو حکم دیتا اس پر عمل کرتے، بعض ائمہ ہر سوال کا جواب قال اللہ و قال الرسول سے دیتے۔ متعلقہ آیات کے سوا متن حدیث سنادیتے اور سند بیان نہ کرتے۔ ایسے احادیث کو "مرسل" کہتے ہیں۔ حنفی مذہب میں حدیث مرسل قابل استناد ہے چاہے سند نہ بیان کی گئی ہو۔ مگر راوی یا امام معتمد علیہ اور موثق بہ ہو۔ محدثین احادیث مرسل کو تسلیم نہیں کرتے مگر بخاری شریف میں مقطوعات بکثرت ہیں۔ امام بخاری ایک حدیث کا ٹکڑا ایک جگہ لکھ دیتے ہیں مگر کسی دوسری جگہ پوری حدیث مع سند بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری استاد و شاگرد کی ملاقات کو ضروری سمجھتے ہیں ورنہ حدیث قبول نہیں کرتے۔ امام مسلم دونوں کے ہم زمانہ ہونے کو کافی سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات صرف حدیث صحیح کو قبول کرتے ہیں۔ اگر تائید میں دوسری حدیث مل جاتی ہے تو اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

بعض ضعیف حدیث کو بھی مستحبات میں قابل عمل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ائمہ کے مختلف مذاق ہیں۔ ہر ایک اپنے مذاق کے موافق حدیث کو قبول کرتا ہے۔ کوئی امام ایسا نہیں جو بلا تحقیق

بلا شرط صرف حدیث کا نام سنتے ہی اس پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتا ہو۔ بلکہ فتبینوا پر عمل کر کے شرائط کے موافق حدیث تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خلاف حدیث عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان مختلف قسم کے راوی ہیں، ان کی تنقید ضروری ہے۔ بھلا کوئی مسلمان فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرتابی کیوں کر کر سکتا ہے؟ ائمہ کو مخالف حدیث سمجھنا صرف زبان درازی ہے۔

صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث شائع و ذائع ہیں۔ حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی سب کے سامنے ہیں۔ ان کتب حدیث کی اتباع میں علماء نے شرح کی ہے۔ ان پر یہ الزام لگانا کہ باوجود احادیث کے مطالعہ کے اپنے امام کے مذہب پر اڑے رہے سخت سوء ظن ہے۔ **ان بعض الظن اثم۔**

اَب ذرا اس پر بھی غور کرو کہ ان چاروں ائمہ کی تقلید شخصی کی جاتی ہے یا یہ چار مذہب چار مکتب اور اسکول ہیں جن میں وقت بہ وقت مسائل تحقیق ہوتے ہیں رہتے ہیں۔ ثبوت حدیث صحیح اور عرف کے بدلنے، نئے حالات کے پیدا ہونے کی وجہ سے امام سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ ہر مذہب کی فقہ و اصول فقہ کی کتابیں ملاحظہ فرمائیے۔ نہ صرف فروع میں امام سے اختلاف کیا جاتا ہے بلکہ اصول میں بھی۔ تاہم ایک مذہب میں بہ نسبت دوسرے مذہب کے افراد کی قربت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ مثلاً اصولی اختلاف امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن ابن زیاد میں بھی ہے۔ علماء و محققین کبھی امام یوسف کے قول پر کبھی امام محمد کے قول پر اور کبھی امام زفر کے قول پر فتوے دیتے ہیں۔ تحقیق کو نری تقلید شخصی سمجھنا اور کسی امام کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ احادیث صحیحہ کو نہیں مانتے، اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

یہ بھی تو غور کرو کہ مسائل شرعیہ کے حل کرنے والے کتنی قسم کے عالم ہیں؟ ہر قسم کے عالم کے لئے کس قسم کی معلومات کی ضرورت ہے؟ عربی ادب کی ہر صورت ضرورت ہے۔ عربی کے لئے لغت، محاورات، نحو، صرف، معانی بیان سے واقفیت کی حاجت ہے۔ قرآن شریف اور اس کے لئے تفسیر و اصول تفسیر کی احتیاج ہے۔ حدیث اور اس کے لئے اصول حدیث، اسماء رجال کا علم لابد ہے۔ فقہ اور اس کے لئے اصول فقہ، منطق، اجماعی مسائل و اختلاف ائمہ سمجھنے کے بغیر چارہ نہیں۔ زمانہ کے نئے نئے مسائل سے واقفیت، اسرار و مقاصد دین، عرف، عامۃ البلویٰ غرض کہ بیسیوں امور کے جاننے کے بعد کہیں ایک حکم شرعی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

علماء میں بعض مجتہدین مطلق ہوتے ہیں، وہ مستقل صاحب الرائے ہوتے ہیں۔ ان کا ایک خاص مذاق ہوتا ہے۔ ان کا ایک خاص اجتہاد، خاص طرز استدلال ہوتا ہے۔

بعض مجتہد فی المذہب ہوتے ہیں۔ استاد کا ان پر بڑا اثر رہتا ہے۔ کہیں کہیں استاد سے اصولی اختلافات بھی رکھتے ہیں۔ فروع میں اپنے اجتہاد پر رہتے ہیں۔ مجتہد فی المسئلہ کوئی نئی صورت پیدا ہو جائے تو اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ احادیث پر غور و فکر کرتے ہیں۔ کوئی حدیث صحیح ثابت ہوتی ہے تو اپنے اساتذہ کے خلاف اس پر فتوے دیتے ہیں۔ صحیح عمل کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

اصحاب استنباط خود قرآن و احادیث سے ذاتی تحقیق نہیں کر سکتے مگر اپنے مذہب کے کلیات سے تفریعات کرتے ہیں۔ جزئیات کا حکم نکالتے ہیں۔ اصحاب ترجیح جن میں قوت تمیزی کم ہوتی ہے، مختلف اقوال میں سے ایک قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

بعض مفتی کہلاتے ہیں، جو فقہ کی کتابوں سے جزئیات نکالتے ہیں۔ یہ لوگ اصل میں ناقل ہوتے ہیں، ذاتی کوشش صرف اس قدر ہوتی ہے کہ کتابوں میں سے تلاش کر کے مسئلہ کا جواب نکالتے ہیں۔ ان کے خیال میں تحقیقات و استنباط کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔ ہر نئی بات کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں۔ یہ شافعی میں بھی ہیں، مالکی میں بھی، حنبلی میں بھی اور حنفی میں بھی۔

صحابہؓ کے زمانے میں اختلاف آراء ہوتا تھا مگر باہم ایک دوسرے کو باطل، بے دین نہیں سمجھتے تھے۔ ائمہ باوجود باہمی اختلافات کے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ افسوس! یہ کیسا زمانہ آگیا ہے؟ آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے والوں کی مسجد جداء اور حنفی و شافعی کی مسجد الگ۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔ آپس میں مقدمہ بازی کرتے ہیں اور غیر مسلم حکام جو فیصلہ کریں اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

ایک دفعہ بغداد شریف میں مسجد غوثیہ میں فقیر نے مغرب کی نماز پڑھی۔ حنفیوں اور حنبلیوں کی دو جماعتیں صف کے بازو صف لگا کر بہ یک وقت نماز پڑھ رہی تھیں۔ "اللہ اکبر" کی آواز سن کر انسان حیران ہو جاتا تھا کہ یہ ہمارے امام کی آواز ہے یا دوسرے امام کی۔ عبدالعزیز سعودی نے ایک نماز کے لئے حنفی اور ایک نماز کے لئے شافعی، ایک کے لئے حنبلی اور ایک کے لئے مالکی امام مقرر کیا ہے اور تمام مذاہب والوں کو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنی ہی پڑتی ہے۔

چند سطور . بحرالعلومؒ کے بارے میں

شمس المفسرین شیخ المحدثین استاذ العلماء . بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ حیدر آباد دکن کی ایک ایسی عالم شخصیت تھے جن کو . بجا طور پر . بحرالعلوم اور استاذالعلماء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔
آپ کی ولادت بروز . جمعہ ۲۷/ رجب ۱۲۸۸ھ (۱۳/ اکتوبر ۱۸۷۱) حیدر آباد کے ایک مشہور علمی گھرانے میں ہوئی ۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات بدرجہ امتیاز کامیاب فرمائے اور ابتداءً آپ کا تقرر دارالعلوم پر ہوا جو اس زمانے میں حیدر آباد دکن کی بہت مشہور درسگاہ تھی۔ جب عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تو آپ پروفیسر اور صدرِ شعبۂ دینیات مقرر ہوئے ۔ بذریعہ شاہی فرمان آپ کی ملازمت کی مدت میں دس سال تک مسلسل توسیع ہوتی رہی ۔

آپ نے قرآنِ مجید کی مکمل تفسیر لکھی جو تفسیر صدیقی کے نام سے پاکستان سے شائع ہوئی ، حیدر آباد دکن میں تفسیر کی طباعت کا کام چل رہا ہے اور ان شاء اللہ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے گا ۔ ۱۹۴۱ء میں حیدر آباد اکیڈمی کی جانب سے آپ کا تحقیقی مقالہ " مسئلہ عدم نسخِ قرآن " طبع ہوا جس میں آپ نے ثابت فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں ۔ آپ کی تالیف " الدین " بزبانِ عربی جامعہ عثمانیہ کے نصاب فقہ میں شامل تھی ۔ آپ نے علامہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف " فصوص الحکم " کا معرکۃ الآراء محشیٰ ترجمہ فرمایا جو جامعہ عثمانیہ کے دارالترجمہ سے شائع ہوا اور کافی شہرت رکھتا ہے ۔ تصوف میں آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں حکمت اسلامیہ ، المعارف ، العرفان ، التوحید (بزبانِ فارسی) اور مکاتیبِ عرفان شامل ہیں

آپ حسرت تخلص فرماتے تھے اور عربی ، فارسی ، اردو اور ہندی میں شعر کہتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام " کلیاتِ حسرت " کے نام سے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے ۔

آپ نے ١٧/ شوال ۱۳۸۱ھ (۲۴/ مارچ ۱۹۶۲ء) بروز شنبہ بوقت عصر اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی ۔ آپ کی نمازِ جنازہ حیدر آباد کی تاریخی مکہ مسجد میں دوسرے روز بعد ظہر پڑھی گئی جس میں تقریباً ایک لاکھ عقیدت مندوں نے شرکت کی ۔ تدفین احاطہ صدیق گلشن نزد بہادر پورہ عمل میں آئی ۔

صدیق گلشن ۔ حیدر آباد

محمد عباس علمبردار صدیقی
مہتمم حسرت اکیڈمی و کتب خانہ بحرالعلومؒ

حضرت. بحرالعلومؒ کی بعض تصنیفات و تالیفات

تفسیر صدیقی

تفسیر لطیفی (پارۂ عم کی تفسیر جو خاص طور سے عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے)

تفسیر آیات طلاق	درس القرآن (تفسیر سورۂ فاتحہ تا والناس)
الدین	قول فصل (رد اہلِ قرآن)
التوحید	صدائے معرفت حق
العرفان	مرآۃ الصدق (فضیلت سیدنا صدیق اکبرؓ)
مکاتیب عرفان	مرآۃ الحقائق
المعارف	مشاجراتِ صحابہ و اختلافات ائمہ
اصول اسلام	اعجاز القرآن
ارشادات صدیقی	دربارِ نبوت و آبشارِ رسالت
وصیت و وراثت	معیار الکلام
حقیقتِ بیعت	حقیقتِ معراج
مسئلہ عدم نسخِ قرآن	کلیات حسرتؔ

حسرت اکیڈمی پبلیکیشنز

درگاہ شریف صدیق گلشن ۔ ۸۸۸ ۔ ۱ ۔ ۱۹ نزد بہادر پورہ ۔ حیدرآباد